جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض ساری دنیا کو اطمینان اور سکھ پہنچانا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۱۹۷۷ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

چند دن بیماری میں گزرے اور اب بیماری کا بقیہ ہے یعنی ضعف چل رہا ہے۔ صبح شدید سردرد شروع ہوگئی تھی جس کی وجہ سے اسپرین کھانی پڑی جو خود ضعف کرتی ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت دے اور صحت سے رکھے۔ آپ کو بھی خدا تعالیٰ ہمیشہ صحت سے رکھے۔

قرآن کریم میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کرنے والے ہیں وہ تنگی کی اور بے چینی کی زندگی گزارتے ہیں۔ تاریخ کے بہت سے پہلو تو نظر سے اوجھل رہتے ہیں کیونکہ تاریخ منتخب مجموعہ واقعات کا نام ہے اور بہت سی چیزوں کو، واقعات کو، حقائق کو تاریخ دان چھوڑ دیتا ہے لیکن اگر ہم آج کی دنیا کا تجزیہ کریں، اس زمانے کی زندگی کا تجزیہ کریں جس میں ہم رہ رہے ہیں تو ہم دیکھیں گے کہ ہر طرف بے چینی اور بے اطمینانی پائی جاتی ہے۔ اخباروں میں اور ریڈیو پر آپ دوست بہت سے واقعات سنتے رہتے ہیں بعض ملکوں نے مہلک ہتھیار بنا لئے لیکن پھر خوف پیدا ہوا اور ڈرے کہ اگر ان کا استعمال ہوگیا تو دنیا کے لئے بڑی خطرناک قسم کی تباہی ہے۔ پھر کوشش شروع کی کہ ان مہلک ہتھیاروں کو محدود کرنے کا کوئی طریق معلوم کیا جائے لیکن عقلمند آدمی حیران ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ ان مہلک ہتھیاروں کو محدود کرنے کا جو طریق سوچا جاتا ہے وہ ایسا ہی ہے کہ جیسے دو پہلوان کشتی کر رہے ہوں اور ایک

پہلوان دوسرے کو پچھاڑنے کے لئے داؤ لگا رہا ہو یعنی نیت یہ نہیں ہے کہ واقعہ میں ان ہتھیاروں پر کوئی پابندی لگائی جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اپنے حریف کو، اپنے مدمقابل کو کمزور کیا جائے۔ پھر جنہوں نے مہلک ہتھیاروں کے بنانے میں پہل کی اور آگے نکل گئے انہوں نے پیچھے رہنے والوں پر زور دینا شروع کیا کہ تم ان ہتھیاروں کو نہ بناؤ۔ اگر تم نے بنا لئے تو دنیا ہلاک ہو جائے گی (ہم نے بنائے تو دنیا ہلاک نہیں ہوگی) نامعقول بات ہے۔ بہرحال مَیں اس وقت کوئی سیاسی تبصرہ تو نہیں کرنا چاہتا نہ میرا وہ مقصد ہے میں اس طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ قرآن کریم نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کرے گا وہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ:۱۲۵) میں گرفتار کیا جائے گا۔ بے اطمینانی کی زندگی بے چینی کی زندگی اسے میسر ہوگی۔ جب یہ ساری چیزیں سامنے آتی ہیں تو ہمیں اس عظیم اعلان کی صداقت اور عظمت کا احساس ہوتا ہے کہ کس طرح انسان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آج سے چودہ سو سال پہلے اس طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ اگر تم تسکین اور اطمینان کی زندگی چاہتے ہو تو تمہیں خدا تعالیٰ کے ذکر کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور اگر توجہ نہیں کرو گے تو تمہیں بے اطمینانی، بے چینی، گھبراہٹ، خوف اور وحشت کا سامنا کرنا پڑے گا اور نروس بریک ڈاؤن یعنی اعصاب پر بڑا دباؤ پڑے گا اپنی حرکات اور اعمال کے نتیجہ میں۔ اگر ہم نے ایک لفظ بولنا ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ جہنم کی زندگی ہے تو وہ جہنم کی زندگی تمہارے مقدر میں ہو جائے گی۔ بداخلاقیاں ہیں جرائم ہیں ان کی کثرت ہے۔

میں امریکہ کے دورے پر گیا تو نیویارک جو دنیا میں بہت بڑا اور عظیم شہر سمجھا جاتا ہے ساری دنیا کی تنظیم یو۔این۔او (U.N.O) کا مرکز ہے اور بڑا ترقی یافتہ ہے۔ سو منزلہ سے بھی زیادہ منزلوں کے انہوں نے بلاکس بنا لئے ہیں اور ظاہری مادی لحاظ سے بڑی ترقی کی ہے وہاں کا یہ حال ہے کہ مکرم مسعود جہلمی صاحب جو اس وقت نیویارک میں مبلغ ہیں کہنے لگے (وہاں خدا کے فضل سے ہماری مسجد ہے اور مشن ہاؤس ہے) کہ جب مَیں یہاں آیا تو مجھے جماعت نے کہا کہ دیکھنا تمہیں باہر اندھیرا نہ ہو روشنی روشنی میں واپس مشن ہاؤس آجانا ورنہ کسی گلی کے موڑ پر تم پر حملہ بھی ہوسکتا ہے۔ گویا اتنی بے اطمینانی کی زندگی وہ لوگ گذار رہے ہیں۔ عورتیں باہر نکلیں تو ان کی عزت خطرے میں ہے۔ اتنی کثرت سے ایسے واقعات ہو رہے ہیں کہ اگر ان کی تعداد کو

ہمارے ملک شائع کریں تو آپ لوگ حیران ہو جائیں لیکن ہمارے ملک میں بھی ایک طبقہ ایسا ہے جو کہتا ہے کہ جب تک ہماری زندگی اس قسم کی نہیں ہوگی جیسی نیویارک کی ہے اس وقت تک ہم ترقی یافتہ نہیں سمجھے جائیں گے، جب تک ہم اتنی چوریاں نہیں کرتے، جب تک ہم اتنے ڈاکے نہیں مارتے، جب تک ہم اتنی عزتیں نہیں لوٹتے، جب تک ہم اتنی ڈکیتیاں نہیں کرتے اس وقت تک ہم مہذب نہیں سمجھے جائیں گے۔ یعنی مَعِيْشَةً ضَنْكًا بھی ہے اور اس کے بعض دوسرے پہلوؤں کو دیکھ کر غیر ترقی یافتہ قومیں اس کی طرف للچائی ہوئی نظریں بھی ڈالتی ہیں اور یہ خواہش رکھتی ہیں کہ اس قسم کے حالات ہمارے ہاں بھی پیدا ہو جائیں اور نام دیا جاتا ہے اس چیز کو آزادی کا۔

انسان کو غیر محدود آزادی تو نہیں دی گئی۔ مثلاً انسان کا دل ہے جو خدا تعالیٰ نے اس کی دھڑکن وضع بنائی ہے اس کے مطابق دھڑکتا ہے اور ایک دن خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت خاموش ہو جاتا ہے۔ کسی کا دل اس میں آزاد نہیں ہے کہ کبھی اس کا ایک والو (Valve) بند ہو اور کھلتا رہے لگا تار اور کبھی دوسرا۔ ایک نظام خدا تعالیٰ کی قدرت نے قائم کیا ہے دل کے اندر اور اس کی شریانوں کے اندر، اس کے اعصاب کے اندر، اس کے پٹھوں کے اندر، اس کے خون کے دوران میں اور اس نظام کے ماتحت وہ کام کر رہا ہے۔ اس میں انسان آزاد نہیں ہے۔ انسان کو ایک محدود دائرے کے اندر اس لئے آزاد بنایا گیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کو ہر دوسری مخلوق سے زیادہ حاصل کرنے والا ہو۔ اگر آزادی نہ ہوتی، اگر وہ اپنی مرضی اور خوشی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں ایثار اور قربانی پیش نہ کر رہا ہوتا، اگر وہ علیٰ وجہ البصیرت خدا تعالیٰ سے ذاتی محبت کا تعلق قائم کر کے اس کی صفات کی معرفت حاصل کرنے کے بعد تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کا مظاہرہ نہ کر رہا ہوتا کہ اس کی صفات کے مطابق اپنی زندگی کے دن گزارے تو ثواب کیسا۔ ثواب تو صرف انسان کے لئے مقدر ہے جیسا کہ نہ صرف اسلام میں بلکہ جب سے سلسلہ انبیاء شروع ہوا انسان کو یہی بتایا گیا کہ ثواب تجھے ملے گا اس لئے کہ تجھے آزادی ہے، جہنم بھی صرف تیرے لئے پیدا کی گئی ہے اس لئے کہ تجھے آزادی ہے۔ اگر غلط راہ کو اختیار کرے گا تو جہنم میں چلا جائے گا اور اگر صراط مستقیم کو اختیار کرے گا، اگر خدا تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی زندگی

گزارے گا تو خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتیں تجھے حاصل ہو جائیں گی۔ یہ محدود اختیار ہے، اندھا اختیار نہیں سجاکھا اختیار ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اندھا اختیار ہے ان کے متعلق قرآن کریم نے اعلان کیا کہ اگر تم اس دنیا میں اس قسم کے اندھا پن کا مظاہرہ کرو گے کہ اعمیٰ کا لفظ تمہارے اوپر اطلاق پائے تو اس زندگی میں بھی تمہیں اندھا ہی اٹھایا جائے گا۔ خدا تعالیٰ نے جو نعمتیں آنکھوں والوں کے لئے سجاکھوں کے لئے مقرر کی ہیں اس کے تم وارث نہیں بنو گے۔

پس محدود اختیار ہے اور محدود اختیار میں انسان کے لئے دو راستے کھلے ہیں ایک وہ راستہ ہے جو جہنم کی طرف لے جانے والا ہے اور ایک وہ راستہ ہے جو خدا تعالیٰ کی جنتوں کی طرف لے جانے والا ہے۔ جو راستہ خدا تعالیٰ کی جنتوں کی طرف لے جانے والا ہے وہ امن کا راستہ، وہ سلامتی کا راستہ، وہ اطمینان قلب کا راستہ، وہ تسکین قلب کا راستہ ہے۔ اسی واسطے مومن جو خدا تعالیٰ سے ذاتی تعلق رکھنے والا اور اس کی صفات کو سمجھنے والا ہے وہ جانتا ہے کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:۲۹) ''ذِكْرُ اللّٰه'' کے نتیجہ میں اطمینان قلب حاصل ہو سکتا ہے اور مومن اسے حاصل کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی جماعتوں پر کشائش اور فراخی اور خوشی اور دنیوی اعتبار سے مسرّتوں کے دن بھی آتے ہیں اس وقت بھی وہ ہنس رہے ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی جماعتوں پر امتحان کے دن بھی آتے ہیں، آزمائش میں سے بھی ان کو گذرنا پڑتا ہے اور وہ خدا کے لئے اس آزمائش کو مسکراتے چہروں کے ساتھ سہہ جاتے ہیں اور پھر وہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرتے ہیں۔ یہ آزمائش دنیا کی نگاہ میں سختی کے دن ہیں لیکن مومن کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کے قرب کو زیادہ حاصل کرنے کا زمانہ ہے اور خدا تعالیٰ کے قرب کو زیادہ حاصل کرتا ہے مومن۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ لُغت عربی ذکر کے معنی کرتے ہوئے یہ بیان کرتی ہے کہ ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور دل کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے۔ زبان سے ذکر کرنے کے لئے ہمیں کہا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کا وِرد کرو، خدا تعالیٰ کی تقدیس کرو، تحمید کرو، اس کی حمد کرو۔ اسے ہر نقص سے پاک قرار دو۔ زبان کے ساتھ اقرار کرو، اپنے نفس کے سامنے بھی اور دنیا کے سامنے بھی کہ جس اللہ پر ہم ایمان لائے ہیں وہ قدوس ذات ہے۔ وہ ہر قسم کے نقص اور عیب اور کمزوری اور برائی سے پاک ذات ہے۔ کسی قسم کی کمزوری اور برائی ہمارے اللہ کی طرف

منسوب ہی نہیں ہوسکتی اور ہر قسم کی تعریف کا سرچشمہ بھی وہی ہے یعنی جہاں کہیں کسی اور میں ہمیں کوئی تعریف کے قابل چیز نظر آتی ہے اس کا سرچشمہ اور منبع خدا تعالیٰ کی ذات ہے اور تمام محامد کا مرجع اس کی ذات ہے۔ ہر حمد خدا تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحة:۲) ہم یہ وِرد بھی کرتے ہیں لیکن یہ جو وِرد ہے یہ انسان کی محدود زندگی میں مزید حد بندیوں کے اندر بندھا ہوا ہے مثلاً ایک استاد ہے وہ کلاس میں لیکچر دے رہا ہے اس وقت وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا وِرد نہیں کرسکتا لیکن اس کے دماغ کا ایک پہلو ایسا ہے جو اس محدود زندگی میں اس قسم کی حدود کے اندر بندھا ہوا نہیں اور وہ ہے ذکر بالقلب یعنی دل کے ساتھ، اپنی فراست کے ساتھ، اپنے ذہن کے ساتھ، اپنے مائنڈ (Mind) کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ذکر میں لگے رہنا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات کو پہچاننا اور اس کی صفات کی معرفت رکھنا اور خدا تعالیٰ سے ایک ذاتی تعلق کو قائم کرنا، خدا تعالیٰ سے یہ تعلق بغیر کسی ایسی وجہ کے رکھنا جس کا تعلق مادی نعمتوں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی انسان پر بے شمار مادی نعمتیں ہیں لیکن ان واسطوں کے ساتھ نہیں بلکہ بلا واسطہ تعلق قائم کرنا۔ امام راغبؒ کو خدا تعالیٰ نے بڑا بزرگ دل اور بڑا صاحب فراست دماغ دیا تھا۔ انہوں نے ایک جگہ ذکر کے سلسلہ میں عربی کے معنی بتاتے ہوئے بنی اسرائیل اور امت محمدیہ میں مقابلہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو یہ کہا گیا کہ میری نعمتوں کو یاد کرو اور میرا ذکر کرو اور امت محمدیہ کو کہا گیا کہ میرا ذکر کرو وہاں نعمتوں کا کوئی ذکر نہیں بلکہ کہا گیا ہے کہ میرا ذکر کرو میں تمہیں اس کا بدلہ دوں گا اور یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے۔ ذاتی تعلق تو پہلوں نے بھی اپنے رب سے رکھا لیکن جس رنگ میں امت محمدیہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں اپنے پیارے رب سے ذاتی تعلق رکھنے کی توفیق ملی وہ پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ خدا سے ذاتی تعلق کے لحاظ سے امت محمدیہ اور پہلی امتوں میں ایک بہت بڑا فرقان تمیز پیدا کرنے والا ہے کہ کچھ ہوجائے، زمین و آسمان تہہ و بالا ہوجائیں، دنیا کے لحاظ سے زندگی اجیرن بن جائے یعنی لوگ یہ سمجھیں کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ تکلیف میں گزرنے والا ہے جیسا کہ شعب ابی طالب میں کم وبیش اڑھائی سال تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو اس طرح قید میں رکھا گیا کہ باہر سے کھانے پینے کا سامان

بھی نہیں جا سکا۔ خدا تعالیٰ نے ایسا سامان تو پیدا کیا گو تاریخ نے ہمیں نہیں بتایا کہ وہ کیا سامان تھا لیکن بہر حال ایسا سامان پیدا کیا کہ ان کو بھوکا نہیں مارا، مگر انتہائی تنگی کے زمانہ میں سے وہ گذرے لیکن ان کے چہروں کی مسکراہٹیں تو نہیں چھینی گئی تھیں، اس زمانہ میں انہوں نے اپنے رب سے اپنا تعلق تو قطع نہیں کر لیا تھا۔ اس کو کہتے ہیں تعلق ذاتی، خدا تعالیٰ سے ذاتی محبت کا تعلق رکھنا اور یہ قلب کے ساتھ ہے۔ انسان کا دل سوچتا ہے اور خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے جو اس جہان کو پیدا کیا اس عالمین کو پیدا کیا اس کے مختلف پہلوؤں پر جب انسان نظر رکھتا ہے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے اور کہتا ہے علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہے کہ میرے رب نے کسی چیز کو بے مقصد نہیں پیدا کیا۔ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (اٰلِ عمران:۱۹۲) کہ تو پاک ذات ہے تو نے کوئی چیز بے مقصد نہیں بنائی۔ مومنوں پر الٰہی سلسلوں پر جو ابتلا آتے ہیں وہ بھی بے مقصد نہیں وہ ان کو مارنے کچلنے اور ہلاک کرنے کے لئے تو نہیں آیا کرتے، وہ ان کی شان ظاہر کرنے کے لئے وہ ان کی روحانی ترقیات کے لئے، وہ خدا تعالیٰ کے پیار کے زیادہ حصول کے سامان پیدا کرنے کے لئے آیا کرتے ہیں۔ وہ بے مقصد نہیں ہیں ان کا مقصد ہے اور بڑا عظیم مقصد ہے۔ بڑا حسین مقصد ہے۔ بڑا پیارا مقصد ہے۔ مومن یہ سوچے گا کہ ایٹم کی طاقت بے مقصد نہیں ہے اور خدا تعالیٰ نے مقصد اصولی طور پر قرآن کریم میں یہ بتایا ہے کہ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ:۱۴) کہ بلا استثناء ہر چیز کو انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ایٹم کی طاقت کا بھی یہی مقصد ہے لیکن جنہوں نے ایٹم کی طاقت کو نکالا وہ اس کا استعمال کچھ حد تک صحیح بھی کر رہے ہیں اور بہت حد تک غلط بھی کر رہے ہیں یا کر سکتے ہیں۔ ایسے مہلک ہتھیار بنا لئے ہیں۔ ایک مومن کا دماغ کہے گا کہ ایٹم کا یہ مقصد تو نہیں کہ جو چیز انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے وہ اس کی گردن اڑا دے وہ تو انسان کے فائدے کے لئے ہی استعمال ہونی چاہیئے لیکن جو خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے جو خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت نہیں رکھتے جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتے نہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذاتی تعلق نہیں وہ بھٹکتے ہیں اور

دنیا کے لئے تکلیف کا اور دُکھ کا سامان پیدا کرنے میں کوئی حجاب اور جھجک نہیں محسوس کرتے۔ ان میں سے بعض کو دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں لذت محسوس ہوتی ہے اور ایک وہ تھا ہمارا آقا کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:۴) نیکی بجالانے کی ذمہ داری تو ہر فرد واحد کی تھی مگر وہ ایمان اور عمل صالح نہیں بجالا رہے تھے اور ان کیلئے اور ان کی فلاح کے لئے راتوں کو تڑپ رہا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ تو ذکر اللہ کے نتیجے میں ایک عظیم مثال ہے جس سے بڑی اور زیادہ شان والی اور کہیں نہیں ملتی۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے اسوہ بنایا گیا ہے۔ آپ کا رنگ ہمیں اپنی زندگی اور اپنے اعمال پر چڑھانا ضروری ہے۔ اس واسطے امت محمدیہ کی بھی یہ صفت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنا چاہیں ان کی یہ صفت کہ وہ کسی کا ذرا سا دُکھ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ میں نے سوچا کئی دفعہ سوچا اور میں نے بیان بھی کیا کہ مکی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو رؤوسائے مکہ نے کتنا دکھ پہنچایا۔ بھوکوں مارنے کی انتہائی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے نہیں مرنے دیا یہ تو اس کی شان تھی لیکن انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پھر خدا تعالیٰ نے ہمارے سامنے جو اسوہ رکھا تھا اس کو نمایاں کر کے ہمارے سامنے لانے کے لئے ان کو بتانے کے لئے کہ خدا کے بندے اور بتوں کے پجاری میں فرق ہے ان کے اوپر قحط کا زمانہ وارد کیا۔ انہوں نے پیغام بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کو شعب ابی طالب میں قید کر دیا گیا تھا اور کھانے کے سب راستے بند کر دئے گئے تھے کہ اپنے بھائیوں کو بھوکا دیکھنا پسند کرو گے؟ ہم آخر تمہارے بھائی ہیں۔ ہمارے اوپر قحط کا زمانہ ہے۔ جہاں تک میں نے سوچا اور جہاں تک میرا علم ہے آپ نے ایک سیکنڈ بھی دیر نہیں کی ان کی اس تکلیف کو دور کرنے میں۔ یہ درست ہے کہ مدینے میں سامان اکٹھا کرنے اور پھر مکہ تک پہنچانے کے لئے تو وقت کی ضرورت تھی لیکن اسی وقت اس نظام کی ابتدا کر دی جس نے ان لوگوں کی، بھوکا مارنے والوں کی، بھوک کو دور کرنے اور تکلیف کو دور کرنے کے سامان کرنے تھے۔

جو شخص خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ اس کے لئے چین اور سکون اور اطمینان کی زندگی مقدر ہو جاتی ہے۔ ہم صرف اپنے لئے سکھ نہیں چاہتے بلکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ساری

دنیا کو اطمینان اور سکھ پہنچانے کے لئے جماعت احمدیہ کا قیام کیا گیا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ایک طرف تو خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہیں۔ اس معنی میں کہ ہمارے دل بھی ذکر کر رہے ہوں اور ہماری زبانوں پر بھی اس کا ذکر ہو۔ اس معنی میں کہ ہمارا ذاتی تعلق اپنے رب کریم سے ہو۔ اس معنی میں کہ ہم اپنی سمجھ اور طاقت کے مطابق اس کی صفات اور اس کے اسمائے حسنہ کا عرفان رکھنے والے ہوں۔ ہمیں ان اسماء کی معرفت حاصل ہو ان کے مطابق ہم اپنی زندگیاں ڈھالنے والے ہوں۔ وہ رنگ ہم اپنے اعمال پر چڑھانے والے ہوں اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کے محض انسان نہیں، خدا تعالیٰ کی مخلوق کے سکھ اور چین کا انتظام کرنے والے ہوں۔ اس لئے جماعت کو کثرت سے خدا تعالیٰ کے ذکر میں، دل کے ذکر میں بھی اور زبان کے ذکر میں بھی مشغول رہنا چاہیئے اور اس کے ساتھ ہی آجاتا ہے دعا کرنا۔ انسان اپنے زور سے نہ خود اپنے لئے کچھ حاصل کر سکتا ہے نہ دنیا کے لئے کچھ حاصل کر سکتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو اس کی توفیق عطا نہ کرے ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس کثرت سے دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے سکھ اور چین اور ان کی بھلائی اور خیر خواہی اور ان کے دکھ کو دور کرنے کے سامان پیدا کرے اور خدا تعالیٰ ہماری مجلسوں کو بھی ایسا بنا دے کہ ان کے نتائج اس عالمین کی بھلائی کے لئے نکلیں اور ظاہر ہوں۔

اب آج ہی کچھ وقت کے بعد مشاورت ہوگی۔ اس میں ہم بیٹھیں گے ہم سوچیں گے۔ ہم مشورہ کریں گے۔ ہم غور کریں گے ہمارے سامنے اپنے ملک کی احمدیہ جماعت کا مثلاً بجٹ آئے گا۔ مالی قربانیاں آئیں گی۔ اب تو ساری دنیا میں جماعت ہائے احمدیہ پھیل چکی ہیں ان کا پیار کا تعلق ان کا محبت کا تعلق ان کا اخوت کا تعلق پاکستان میں بسنے والے احمدی بھائیوں سے بھی ہے۔ اس موقع پر کہیں سے وہ خود نمائندہ بن کر آجاتے ہیں۔ کہیں سے آسکتے ہیں اور پہنچ سکتے ہیں کہیں سے نہیں پہنچ سکتے۔ وہ اپنے اپنے ملک کے بجٹ بھیجتے ہیں اور وہ مجموعی بجٹ ہمارے ملک سے اب خدا کے فضل سے آگے نکل گیا ہے اور نکلنا بھی چاہیئے کیونکہ دنیا کی آبادی کا ایک بڑا مختصر سا حصہ پاکستان میں آباد ہے اور بہت زیادہ حصہ پاکستان سے باہر ساری دنیا میں آباد ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب دنیا کی اکثریت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے

گی تو دنیا کا رنگ ہی بدل جائے گا اور ہمارا رنگ بھی بدل جائے گا۔ پھر اور قسم کی ذمہ داریاں ہوگی۔ پھر اور قسم کے کام ہوں گے جو کرنے ہوں گے لیکن بہرحال یہ تبدیلیاں جو زمانے کے ساتھ ساتھ آتی رہتی ہیں وہ بنیادی چیز کو تبدیل نہیں کرتیں اور وہ بنیادی چیز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ذاتی محبت کا تعلق قائم کر کے اس کے ذکر میں مشغول رہنا اور اس سے خیر اور برکت چاہنا اور اس کی برکت اور رحمت کو حاصل کرنا اسی کی توفیق اور اسی کے فضل کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ایسے سامان پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ ہماری مشاورت کو بھی دنیا کی خیر کے لئے بنا دے اور اس کے نتیجے ایسے نکلیں کہ دنیا کے دُکھ دور ہوں اور دنیا کو سُکھ پہلے سے زیادہ حاصل ہونے لگیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱ رمئی ۱۹۷۷ء صفحہ ۲ تا ۵)